ڈاکٹر وفا راشدی

مولانا عبیداللہ سندھی
اور
اُن کے چند نامور رُفقاء و تلامذہ

امام انقلاب مولانا عبیداللہ سندھی دیوبندیؒ ایک عظیم المرتبت عالم دین، مفسر قرآن مفکر اسلام اور مجاہد توم تھے۔ ان کے انقلاب آفرین شخصیت اور درویشانہ زندگی کا ایک ایک لمحہ عالم اسلام کی آزادی و بقا ملک و ملت کی اصلاح و فلاح، قرآنی انقلاب کی تبلیغ، امام شاہ ولی اللہؒ کے علوم و افکار کے تعارف و اشاعت کے لئے وقف تھا۔ بقول حضرت احسان دانش مرحوم۔

"میرے خیال میں پیغمبر کے بعد ایسے علماء کی ضرورت تھی جو بندگان خدا کو عقائد اور اعمال صالح سے خبردار رکھتے"۔[۲]

مولانا عبیداللہ سندھی نے ایک سکھ خاندان میں جنم لیا لیکن عین جوانی میں ان کے دل میں چراغ توحید ایسا روشن ہوا کہ وہ ایک درخشندہ ستارہ بن کر دنیائے اسلام میں نمودار ہوئے اور لاکھوں دلوں کو انوارِ توحید و ضیائے رسالت سے منور کیا۔

مولانا اپنے خاندان، ولادت، ابتدائی تعلیم، قبول اسلام اور اسلامی نام کے بارے میں اپنے خودنوشت[۳] حالات زندگی میں تحریر فرماتے ہیں۔

"میں ضلع سیالکوٹ کے ایک گاؤں (چیانوالی) میں (۱۵۷) بشب جمعہ قبل صبح ۲۲ محرم ۱۲۸۹ھ ۱۰ مارچ ۱۸۷۲ء میں پیدا ہوا۔ میرے باپ دادا کا پورا نام رام سنگھ ولد جسپت رائے ولد گلاب رائے

ہے کہتے ہیں کہ میرے دادا سکھ حکومت میں اپنے گاؤں کے کاردار تھے۔

میری تعلیم ۱۸۷۸ء سے جام پور کے اردو مڈل اسکول میں شروع ہوئی ۱۸۸۷ء میں مڈل کی تیسری جماعت میں پڑھتا تھا کہ اظہار اسلام کے لئے گھر چھوڑ دیا۔

۱۸۸۴ء میں مجھے اسکول کے ایک آریہ سماج لڑکے کے ہاتھ سے (ص ۵۸) تحفۃ الہند ملی میں اس کے مسلسل مطالعہ میں مصروف رہا اسلام کی صداقت پر یقین بڑھتا گیا۔

ہمارے قریب کے پرائمری اسکول میں (کوٹلہ مغلان) سے چند دوست بھی مل گئے جو میری طرح تحفۃ الہند کے گرویدہ تھے۔ ان ہی کے توسط سے مجھے مولانا اسمٰعیل شہیدؒ کی تقویت الایمان“ ملی۔ اس کے مطالعہ پر اسلامی توحید اور ”پرانک“ شرک اچھی طرح سمجھ میں آگیا۔ اس کے بعد مولوی محمد صاحب لکھوی کی کتاب ”احوال الآخرت“ کا بار بار مطالعہ کیا۔ اب میں نے نماز سیکھ لی۔ اور اپنا نام تحفۃ الہند کے مصنف کے نام پر عبید اللہ خود تجویز کیا۔

۱۵ اگست ۱۸۸۷ء کو توکلا علی اللہ نکل کھڑا ہوا۔ میرے ساتھ کوٹلہ مغلان کا ایک رفیق عبدالقادر تھا ہم دونوں عربی مدرسہ کے ایک طالب علم کے ساتھ کوٹلہ رحم شاہ ضلع مظفر شاہ میں پہنچے۔ میرے اعزّہ تعاقب کرنے لگے تو میں سندھ کی طرف روانہ ہو گیا۔ عربی صرف کی کتابیں میں نے اسی طالب علم سے پڑھنا شروع کر دی تھیں“۔ خود نوشت ص ۵۸، ۵۹)

مولانا عبید اللہ سندھ کے ایک قصبہ بھرچونڈی ضلع سکھر میں پہنچ کر سید العارفین حضرت حافظ محمد صدیق کے ہاتھوں مشرف بہ اسلام ہوئے اور سلسلہ راشدیہ قادریہ میں ان سے ہی بیعت کی۔ چند ماہ سید العارفین کی صحبت میں رہ کر اسلامی شریعت اور باطنی کیفیت کی روشنی لے کر بھرچونڈی سے رخصت ہوئے۔ حق و معرفت کی جستجو اور طلب علم و عرفان کا جنون دل میں لئے پہلے ریاست بہاولپور کی ایک مسجد میں ابتدائی عربی کتابیں پڑھیں۔ پھر دین پور (ریاست بہاولپور) میں اپنے مرشد سید العارفین کے خلیفہ اول مولانا ابوالسراج غلام محمد مولانا عبدالقادر اور مولوی خدابخش سے ابتدائی دینی کتابیں پڑھیں۔

۱۳۰۶ھ میں دارالعلوم دیوبند میں داخلہ لیا۔ حکمت و منطق شرح جامی کی کتابیں مولانا حکیم محمد حسن اور دیگر اساتذہ سے پڑھیں۔ کتب حکمت و منطق کی تکمیل کے لئے مولانا احمد حسن کانپوری کے مدرسے میں چلے گئے پھر چند ماہ مدرسہ عالیہ رامپور میں مولوی ناظر الدین سے درس لینے کے بعد ۱۳۰۶ھ میں دوبارہ دیوبند

واپس آگئے۔ دیوبند میں شیخ الہند حضرت محمود حسن، مولانا حافظ احمد، مولانا سید احمد دہلوی وغیرہ علمائے عظام، و مستند اساتذہ کرام کی شاگردی میں دارالعلوم سے دستار فضیلت حاصل کی گنگوہ میں مولانا رشید احمد گنگوہی سے بھی فیضیاب ہوئے۔ پھر دہلی چلے گئے۔ جہاں مولوی عبدالکریم پنجابی دیوبندی اور حضرت مولانا سید نذیر حسین جیسے اہل تحقیق و اہل معارف سے علوم حدیث کی تکمیل کی۔

مولانا عبیداللہ سندھی نے ۲۰ جمادی الثانی ۱۳۰۸ھ (۳۱ جنوری ۱۸۹۱ء) کو پھر سندھ کا رُخ کیا اپنے مربی و مرشد حافظ محمد صدیق کی زیارت کے لئے بھرچونڈی (سکھر) پہنچے لیکن دس دن پہلے وہ دنیا سے رخصت ہو چکے تھے اس لئے مولانا اپنے پیر کے دوسرے خلیفہ مولانا ابوالحسن تاج محمود (آپ کے سوانح حیات اسلامی تعلیمات، علماء دینی و سیاسی خدمات سے متعلق ملاحظہ ہو ڈاکٹر عبدالرحمن جتوئی کی کتاب "سندھ جو سود ھو" مولانا تاج محمود امروٹی" (سندھی) مطبوعہ سندھی اشاعت سوسائٹی شکارپور ۱۹۸۷ء) کے پاس امروٹ ضلع سکھر چلے گئے۔ مولانا تاج محمود امروٹی کے زیر شفقت و ہدایت ۱۳۱۵ھ تک ان کی صحبت میں رہے اور ان کے کتب خانے سے مستفیذ ہوئے۔

مولانا عبیداللہ ۱۳۱۵ھ/۱۸۹۷ء میں دیوبند میں شیخ الہند کی خدمت میں پہنچے اور ان کے حسب ہدایت امروٹ جا کر اپنی عملی زندگی کا آغاز کیا۔ امروٹ میں ایک مطبع قائم کیا۔ جس کے تحت عربی و سندھی کی نادر و نایاب کتابیں شائع کیں۔ "ہدایت الاخوان" کے نام سے ایک ماہوار رسالہ بھی جاری کیا چونکہ مولانا کی طبیعت کا میلان فطری طور پر تعلیم و تبلیغ اور درس و تدریس کی طرف نسبتاً زیادہ تھا اس لئے پریس اور پرچہ کے کام ختم ہو گئے۔

۱۳۱۹ھ/۱۹۰۱ء میں مولانا پیر رشد اللہ شاہ کی سرپرستی میں مولانا عبیداللہ سندھی کے بھرپور تعاون سے پیر جھنڈو میں مدرسہ دارالرشاد کا قیام عمل میں آیا تو ناظم اعلیٰ اور صدر مدرس کے عہدے مولانا سندھی کو تفویض ہوئے یہ مشاغل ان کی طبیعت اور مزاج کے مطابق تھے۔ بڑی محنت اور لگن سے کام کرتے رہے بے شمار طلبا ان کے دامن فیض سے مستفیض ہوئے۔

مولانا عبیداللہ سندھی شروع سے اکابر راشدیہ کے بے حد معتقد تھے۔ ایام طالب علمی میں وہ پیر جھنڈو جاتے رہے وہاں پیر رشیدالدین بیعت والا کی علما روحانی صحبتوں سے فیض یاب ہوتے رہے۔ ان کے کتب خانے سے استفادہ کیا ہے۔ مدرسہ دارالرشاد سے منسلک ہوئے تو پیر رشیدالدین کے صاحبزادے حضرت پیر رشد اللہ شاہ (تفصیلی معلومات کے لئے ملاحظہ مہران نقش مصنفہ ڈاکٹر فدا راشدی مطبوعہ مکتبہ اشاعت اردو کراچی ۱۹۸۹ء)

سے خصوصی وابستگی و شیفتگی رہی ۔ مولانا عبید اللہ نے علوم و معارف اور سلوک و صفا کی راہ میں طریقہ قادریہ راشدیہ ہی کو مشعل راہ بنایا ۔[۵]

حضرت شیخ الہند کے طلب کرنے پر ۱۳۲۷ھ میں پھر دیو بند گئے ۔ حضرت شیخ کے حسب حکم جمعیت الانصار دیو بند سے وابستہ ہوگئے اور سندھ سے بھی تعلق رہا مولانا عبید اللہ لکھتے ہیں :

"چار سال تک جمعیت الانصار میں کام کرتا رہا ۔ پھر حضرت شیخ الہند کے ارشاد سے میرا کام دیو بند سے دہلی منتقل ہوا ۔ ۱۳۳۱ھ/ ۱۹۱۳ء دہلی ر نظارۃ المعارف قائم ہوئی اس کی سرپرستی میں حضرت شیخ الہند کے ساتھ حکیم اجمل خان اور نواب وقار الملک ایک ہی طرح شریک تھے"[۶]

پروفیسر محمد سرور سابق استاد جامعہ ملیہ اسلامیہ دہلی لکھتے ہیں

" دیو بند سے مولانا عبید اللہ دہلی آگئے اور پہلے کے بنے ہوئے اسلامی سماج کے خلاف قرآن کے بتائے ہوئے اصولوں پر اسلامی سماج بنانے کی طرح ڈالی نظارۃ المعارف دہلی کے مدرسے کی تاسیس کا مقصد یہی تھا"[۷]

۱۳۳۲ھ/۱۹۱۴ء میں پہلی عالمگیر جنگ (جو ۱۹۱۸ء تک جاری رہی) چھڑ جانے کے باعث نظارۃ المعارف کا کام ملتوی ہوگیا اور مولانا عبید اللہ اپنے مرشد و استاد حضرت شیخ الہند کے حکم پر کابل (افغانستان) روانہ ہوگئے اس جماعت میں امیر حبیب اللہ خان افغانستان کے سربراہ مملکت تھے ۔ اس تاریخی سفر کا مقصد اتحاد عالم اسلام اور ہندوستان کو انگریزوں کی آمریت سے نجات دلانا تھا[۸]

۱۹۲۲ء میں افغانستان سے ماسکو (روس) پہنچے ۔ روس کے عرصہ قیام میں مولانا نے سوشلزم کا مطالعہ کیا جس کا نتیجہ یہ برآمد ہوا کہ بقول مولانا ـــــ "میں اپنی مذہبی تحریک کو جو امام ولی اللہ کے فلسفے کی ایک شاخ ہے اس زمانے کے لادینی حملے سے محفوظ کرنے کی تدابیر سوچنے میں کامیاب ہوا"۔

۱۹۲۳ء میں مولانا عبید اللہ انقرہ (ترکی) چلے گئے ۔ مصطفےٰ کمال اتاترک کا طوطی بول رہا تھا ترکی میں ایک نئے انقلابی دور کا آغاز تھا جس نے ترک قوم کی زندگی کو نئی طرز نئی تہذیب سے آشنا کیا ۔ استنبول میں مولانا نے قرآنی آئین کی بنیاد پر اسلامی نظام کا ایک پروگرام اردو میں مرتب کیا جس کا انگریزی ترجمہ ظفر حسن ایبک نے دی کانسٹی ٹیوشن آف دی فیڈریٹیڈ آف انڈیا The Constitution of the Federated of India کے نام سے کیا جو حکومت

ترکی کی منظوری سے تدریسے ترمیم کے بعد استنبول میں شائع ہوئی ۔

مولانا ۱۳۴۵ھ میں ترکی سے روانہ ہوئے یورپ کے مختلف ممالک اٹلی اور سوئٹزرلینڈ وغیرہ کی سیاحت کرتے ہوئے سرزمین حجاز میں پہنچے وہاں ابن سعود کی اصول الاسلامی حکومت کا نقشہ اپنی آنکھوں سے دیکھا۔ مکہ معظمہ کے دوران قیام مولانا سے کئی عرب اور ہندی خاندانوں سے علمی تعلقات قائم ہوئے علمائے حجاز اور ان کے کتب خانوں سے استفادہ کیا سارا وقت مطالعہ اور تدریس اور عبادات میں گزرتا۔ اردو کی نئی مطبوعات اور نئے رسائل و جرائد بھی زیر مطالعہ رہے شاہ ولی اللہ اور ان کے خانوادہ علمی کی کتابیں و فلسفے بھی مطالعہ میں رہتے۔ (حالات تعلیمات وافکا مولانا عبیداللہ از سرور ص ۳۶)

چوبیس برس کی سفر و سیاحت، جدوجہد، مطالعہ و فکر مشاہدات و تجربات اور درس و تدریس بعد مولانا کا محور فکر ایک نکتہ یعنی قرآنی انقلاب و حکمت ولی اللٰہی کے گرد اپنا نقش جما چکا تھا۔ مولانا خود فرماتے ہیں:

"اگر مجھے موقع دیا جائے کہ میں امام ولی اللہ دہلوی کو حکمت کا مجتہد مستقل فرض کر لوں اور امام عبدالعزیز دہلوی اور مولانا مطیع الدین دہلوی کو اس حکمت کا منتسب، مولانا اسمٰعیل شہید اور مولانا محمد قاسم کا مجتہد المذہب کے مرتبے پر تسلیم کر لوں تو میں اس حکمت کا ایسا اسکول قائم کر سکتا ہوں جس میں قرآن عظیم، سنت رسولؐ و سنت الخلفا الراشدین کا تاریخ اسلام کی پوری کھلی تشریح ممکن ہو۔ اس کے بعد تمام مذاہب عالم اور ان کی کتب مقدسہ کی تحقیق و تطبیق اس اصول پر آسان ہو جائے گی۔ میرا محبوب مشغلہ فلسفہ امام ولی اللہ کی تعلیم و اشاعت ہوگی"۔ (خطبات ص ۴۲ تا ۴۴)

چنانچہ مولانا نے اپنے اس نقطہ نظر و مطمع نظر کی تبلیغ اور قرآن حکیم کی بنیاد پر دینی و فکری انقلاب لانے کی سعی و جہد میں عمر عزیز کا باقی حصہ وار دیا۔ ۱۹۳۹ء میں حج بیت اللہ مشرف ہو کر حجاز سے کراچی پہنچے اس کے بعد دہلی چلے گئے۔ دہلی میں کچھ عرصہ قیام کیا۔ وہاں تفسیر قرآن اور علوم عربیہ کی تدریس جاری رکھی پھر دہلی سے پنجاب تشریف لے گئے۔

مولانا نے جناب ابد سندھ ساگر پارٹی کے اراکین کے تعاون سے ۱۳۵۸ھ میں دار الرشاد پیر جھنڈو اور مظہر العلوم کراچی میں جمعیت العلمائے سندھ کا ایک مستقل شعبہ قائم کیا پھر ۱۳۵۹ھ میں جامعہ ملیہ دہلی میں مرکزی بیت الحکمت کی داغ بیل ڈالی مولانا کا منصوبہ یہ تھا کہ مستقبل قریب میں بیت الحکمت کے زیر اہتمام مزید دو

اداروں کی بنیاد رکھی جائے ایک کا نام "یادگار شیخ الہند" اور دوسرے کا نام "شاہ ولی اللہ اکیڈیمی ہو"[۱۲]

(خطبات ص ۲۱)

مولانا عبیداللہ سندھی نے ۲ رمضان المبارک ۱۳۶۳ھ بروز شنبہ مطابق ۲۲ اگست ۱۹۴۴ء میں بمقام دین پور ریاست بہاولپور (اس وقت بہاولپور صوبہ پنجاب کا حصہ نہ تھا) میں سفر آخرت اختیار کیا۔ حکیم پیر شاہ اکرام حسین سیکڑی (حیدرآباد سندھ) نے یہ تاریخ رحلت کہا ہے۔

سال رحلت مفتاح العلوم مولانا عبیداللہ صاحب سندھیؒ

۱۹۴۴ء

مولانا عبیداللہ سندھی کے اساتذہ کرام اور اُن کے بزرگان علم و دانش کا حال اوپر بیان کیا جا چکا ہے۔ آئندہ صفحات میں ان کے چند نامور فیض یافتگان، تلامذۂ کرام اور رفقائے کار کا اجمالی ذکر کیا جاتا ہے ان حضرات کا شمار دورِ حاضر کے مستند اساتذہ اور مشاہیر علم و ادب میں ہوتا ہے۔ ان میں سے کوئی بھی محتاج تعارف نہیں ہر ایک کی علمی حیثیت معتبر و مستند ہے۔ ان سب حضرات کو مولانا عبیداللہ سندھی کی رفاقت اور ان کے شریک کار رہنے کا شرف حاصل رہا۔

(۱) مولانا محمد مدنیؒ

حضرت مولانا محمد مدنیؒ المتوفی ۱۳۹۹ھ/ ۱۹۷۹ء بڑے پائے کے مفسر قرآن محدث، فقیہہ اور عالم گزرے ہیں۔ موصوف مولانا عبیداللہ سندھی کے فیض یافتگان اور رفقائے خاص میں سے تھے۔ مولانا مدنی سالہا سال حرم مکہ میں قرآن و حدیث کا درس دیتے رہے پھر اپنے استاذ علامہ سندھی کے حکم سے سندھ آکر سندھ مدرستہ الاسلام کراچی کے عربی اور اسلامیات کے استاذ بنے۔ آپ نے قرآن مجید کا سندھی میں مکمل ترجمہ کیا اور بہت اچھی تفسیر لکھی اس کے علاوہ بھی آپ کی متعدد گران قدر تصانیف ہیں جو دنیائے علم و فضل کے لئے مشعل راہ کی کیفیت رکھتی ہیں۔

(۲) علامہ غلام مصطفٰے قاسمی

استاذ العلماء الحاج علامہ غلام مصطفٰے قاسمی کی ہمہ جہت شخصیت، بین الاقوامی شہرت کی حامل

وہ سندھ کے ان چند برگزیدہ علمائے عظام اور صوفیائے کرام میں سے ہیں جو ہمیشہ خصوصی اور الا صفیا کی کتابوں کا درس دیتے رہتے ہیں اور جن کے دم سے علم وعرفان اسلامی تہذیب و معاشرت اور قومی تاریخ و ثقافت کا اعتبار باقی ہے۔

علامہ غلام مصطفیٰ قاسمی مولانا عبیداللہ سندھی جیسے امام وقت اور مجاہد اسلام کے نامور تلمیذ ارشد فیض یافتہ اور رفیق خاص رہ چکے ہیں۔ علامہ قاسمی نے پاکستان میں بالعموم اور بالخصوص سندھ میں معارف و تعلیمات ولی اللّٰہی اور افکار عبیداللّٰہی کی تعارف و اشاعت کے سلسلے میں جو گراں قدر خدمات انجام دی ہیں ان میں ان کا کوئی ثانی نہیں۔

مولانا عبیداللہ سندھی بیت الحکمت کی کارکردگی کا جائزہ لیتے اور اس کے آئندہ علمی پروگرام کو زیادہ فعال و موثر بنانے کی غرض سے سندھ تشریف لائے تو دارالرشاد میں قاسمی صاحب نے مولانا سندھی کی صحبتوں سے مزید فیض حاصل کیا۔ قاسمی صاحب مولانا سندھی کے انتہائی مخلص ذہین اور لائق شاگرد سمجھے جاتے تھے۔ اس لئے مولانا عبیداللہ سندھ کے دوران قیام انہیں ہمیشہ اپنے ساتھ ساتھ رکھتے اُسی زمانے میں بیت الحکمت لاڑکانہ کی ایک شاخ ۴ اگست ۱۹۴۴ء میں محمد قاسم ولی اللہ تھیولوجیکل کالج میں اور بعد میں دوسری شاخ ضلع لاڑکانہ گوٹھ پیر بخش میں قائم ہوئی۔ مولانا عبیداللہ سندھی نے اپنے آخری خطبے مورخہ ۱۲ شعبان ۱۳۶۳ھ میں جمعیت العلمائے سندھ سے خطاب کرتے ہوئے ارشاد فرمایا تھا

"محمد قاسم ولی اللہ تھیالوجیکل اسکول شہداد نگر (ضلع لاڑکانہ) میں مولانا غلام مصطفیٰ قاسمی اور اس کے رفیق خاص عزیز اللہ کی ہمت سے کھولا جاتا ہے" (خطبات عبیداللہ ص ۴۷)

یہاں یہ امر قابل ذکر ہے کہ قاسمی صاحب بیت الحکمت کراچی کی شاخ مدرسہ مظہر العلوم کھڈہ کے سیکریٹری بھی رہ چکے ہیں۔

پاکستان میں شاہ ولی اللہ اکیڈیمی حیدرآباد سندھ وہ واحد ادارہ ہے جس کا بنیادی مقصد امام الہند حضرت شاہ ولی اللہ محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ کے علوم و افکار، نظریات و تعلیمات، ملفوظات و پیغامات کی تشریح و تفسیر اور ترویج و اشاعت ہے علامہ قاسمی اس کے سربراہ اور اس ادارے کے زیر اہتمام شائع ہونے والے رسائل الرحیم (سندھی) الولی (اردو) اور انگریزی جریدہ السکہ کے مدیر ہیں۔

علامہ غلام مصطفیٰ قاسمی سندھ یونیورسٹی سینیٹ اکیڈمک کونسل اور بورڈ آف انسٹی ٹیوٹ آف

سندھیالوجی کے رکن رہ چکے ہیں۔ سندھ یونیورسٹی کے کئی شعبوں سندھی، اردو، اسلامیات کے اعزازی پروفیسر اور پی ایچ ڈی کے نگران بھی ہیں۔ خاکسار راقم الحروف کو بھی آپ کی نگرانی میں سندھ یونیورسٹی سے پی ایچ ڈی کرنے کی سعادت حاصل ہوئی ہے۔

علامہ غلام مصطفےٰ قاسمی ان دنوں سندھی ادبی بورڈ کے چیرمین، انجمن ترقی اردو پاکستان کے متولی ہونے کے علاوہ ملک کے کئی اہم قومی اداروں کی مشاورتی کونسلوں کے رکن بھی ہیں۔

روز و شب کی بے پناہ مصروفیات کے باوجود علامہ صاحب کے درس قرآن و حدیث کا سلسلہ باقاعدگی سے جاری ہے۔ تصنیف و تالیف، تفسیر و ترجمہ، ادارت و مشاورت ان کے معمولات میں شامل ہیں۔ عربی فارسی، سندھی اور اردو میں علامہ غلام مصطفےٰ قاسمی کی متعدد کتابیں شائع ہو چکی ہیں متعدد منتظر اشاعت یا زیر طبع ہیں۔ ان کی تعلیقات و نگارشات، تصنیفات و تالیف، موضوع اس معیار کے اعتبار سے ان کی علمی و دینی عظمت کی مظہر ہیں بلا شبہ ان کا یہ خزانہ علم و ادب، حکمت و دانش قومی سرمائے کی حیثیت رکھتا ہے جن پر اہل وطن بجا طور پر فخر کر سکتے ہیں۔

۳ پروفیسر محمد سرور سابق استاد جامعہ ملیہ اسلامیہ دہلی

مولانا عبیداللہ سندھی کے حالات، تعلیمات، سیاسی افکار اور افادات و ملفوظات سے متعلق تفصیلی و تحقیقی کام کرنے کا سہرا پروفیسر محمد سرور کے سر ہے۔ مولانا عبیداللہ جس زمانے میں مکہ معظمہ میں تشریف فرما تھے اس زمانے میں محمد سرور جامعہ ملیہ دہلی میں استاد تھے۔ ۱۹۳۸ء میں مولانا نے انہیں شیخ الجامعہ کے توسط سے مکہ میں درس و تدریس کے لئے طلب کیا اور انہوں نے مولانا کی خدمت میں رہ کر علوم و معارف سے آگہی حاصل کی ان کے افادات و ملفوظات قلمبند کئے اس بارے میں محمد سرور رقمطراز ہیں:

"مولانا عبیداللہ صاحب سندھی دیار حرم میں تشریف فرما تھے خاکسار مصنف ان کی خدمت میں پہنچا یہاں ایک عرصہ تک مصنف کو مولانا کی خدمت میں بیٹھنے اور ان سے استفادہ کرنے کا شرف حاصل ہوا۔" (مولانا عبیداللہ سندھی حالات، تعلیمات، افکار)

۴ مولانا سعید احمد اکبر آبادی ایڈیٹر ماہنامہ برہان دہلی

مولانا عبیداللہ سندھی ۱۹۳۹ء میں جلاوطنی کے بعد کراچی پہنچے تو ان کے استقبال کرنے والوں میں

مولانا سعید احمد اکبرآبادی (سابق پرنسپل مدرسہ عالیہ کلکتہ) بھی شریک تھے۔ مولانا کے دہلی میں قیام کے دوران ان کی علمی مجلسوں میں شرکت کی اور درس لیا۔ مولانا سعید احمد لکھتے ہیں:

"ان کی (مولانا عبیداللہ کی) بڑی تمنا تھی کہ کسی طرح ان سے سبقاً سبقاً حجۃ البالغہ پڑھ لوں اور پھر ان کے ارشادات کی روشنی میں حجۃ البالغہ کی شرح اپنے الفاظ میں لکھ ڈالوں اس اہم کام کے لئے مجھ ایسے ہیچمداں کا مولانا کی نظر میں انتخاب میری سب سے بڑی خوش قسمتی تھی" (مقالہ عبیداللہ سندھی چند مشاہدات مطبوعہ ماہنامہ الرحیم حیدرآباد سندھ اگست ۱۹۶۲ء)

مولانا مسعود عالم ندوی مرحوم نے محمد سرور کی کتاب مولانا عبیداللہ سندھی حالات زندگی تعلیمات، سیاسی افکار نے خلاف ایک سخت تنقیدی مقالہ لکھا جو ماہنامہ معارف اعظم گڑھ شمارہ ستمبر ۱۹۴۴ء میں شائع ہوا تھا۔ مولانا سعید اکبرآبادی نے اس مضمون کے جواب میں تفصیلی مقالہ لکھا جو پہلے ماہنامہ برہان میں بالاقساط شائع ہوا۔ اور بعد میں "مولانا عبیداللہ سندھی اور ان کے ناقد" کے عنوان سے سندھ ساگر اکیڈمی لاہور ۱۹۴۶ء میں کتابی شکل میں اشاعت پذیر ہوا۔

⑤ ظفر حسن ایبک

ظفر حسن ایبک مولانا عبیداللہ کے معتمد خاص اور دست راست تھے کابل سے ترکی تک کے سفر و قیام میں مولانا کے ساتھ رہے۔ مولانا کے آرام اور خوشی کے لئے ہر تکلیف برداشت کی ان کی ہر خدمت کو سعادت سمجھا۔ انہوں نے مولانا سے کابل میں علوم دینیہ بھی پڑھے۔ مولانا نے ترکی میں جو سیاسی منشور بنایا تھا۔ اس کا نام استنبول کا پروگرام تھا۔ یہ کتابی صورت میں پہلے اردو میں ۱۹۲۴ء میں چھپا اس کا انگریزی ترجمہ ظفر حسن ایبک دی کانسٹی ٹیوشن آف دی فیڈریٹیڈ اسٹیٹس آف انڈیا (The Constitution of the Federated States of India) کے نام سے ہی ۱۹۲۶ء میں طبع ہوا۔ استنبول کا یہ پروگرام یا تاریخی وسیاسی منشور جسے "سرداجی نظام" بھی کہا جاتا ہے انگریزی اور اردو دونوں زبانوں کے کتابچے کو ہندوستان میں ضبط کرلیا گیا اور اس کے سرکولیشن پر پابندی عائد کر دی گئی۔

اس منشور یا پلان نے ہندوستان کی آزادی سے متعلق اپنی تجاویز اور دستور العمل کی وضاحت کی ہے۔ اس کے آخری صفحے پر مولانا سندھی، ظفر حسن ایبک اور کانگریسی سرداجیہ کمیٹی کابل کے صدر اور سیکریٹری

سے دستخط ہیں اس طرح یہ منشور اپنی اہمیت کے اعتبار سے ایک تاریخی دستاویز ہے اس دستاویز کی افادیت کا اندازہ محمد سرور کے ان الفاظ سے کیا جاسکتا ہے ۔

" اس کی بعض بنیادی باتیں آج بھی اتنی استدلال اور قبل از وقت معلوم ہوتی ہیں کہ انہیں عوام کے سامنے پیش کرنے کی ہم میں سے شاید ہی کسی کو ہمت ہو"۔

مولانا عبیداللہ ظفر حسن کی خدمت در رفاقت سے کس قدر متاثر تھے، ان پر کس درجہ شفقت فرماتے تھے اس کا اندازہ مولانا کی ایک تصویر پر جس میں ظفر حسن ان کے ساتھ ہیں، ان کی مندرجہ ذیل تحریر سے لگایا جاسکتا ہے ۔ یہ تحریر اردو اور انگریزی دونوں میں ہے جس سے اس امر کا بھی انکشاف ہوتا ہے کہ مولانا انگریزی زبان سے بھی اچھی طرح واقف تھے اور انگریزی خوش خط لکھتے تھے ۔ یہ تصویر سہ ماہی مہران سوانح نمبر ۱۹۵۷ء مرتبہ ڈاکٹر نبی بخش خان بلوچ مطبوعہ سندھی ادبی بورڈ جام شورو کی زینت ہے مولانا کی تحریر کا یہ متن ملاحظہ ہو

" چھوٹے بیٹوں جیسا پیارا دس سال مسلسل ہر قسم کی خدمات جاں فروشی سے کرنے والا ظفر حسن آج اسے اپنے خاص اختیارات تفویض کرنے کی یادگار میں اس کے عکس پر دستخط کرتا ہوں"۔ استنبول ۴ رجون ۱۹۳۶ء

دستخط ــــ عبیداللہ

۶ مولانا علی محمد کاسے پوتا

مولانا علی محمد کاسے پوتا پنجاب یونیورسٹی سے مولوی فاضل کے امتحان میں اول آئے اور ٹرینینڈ کالج لاہور کے زمانہ طالب علمی میں مولوی محمد شفیع مرحوم کے توسط سے علامہ اقبال کی خدمت میں پہنچے اور روایت کے مسئلے میں مسلمانوں کے قدیم فلسفے سے متعلق کچھ معلومات جمع کرکے علامہ کو پیش کیا جس کا اعتراف انہوں نے اپنے ایک مکتوب میں کیا تھا۔ مولانا عبیداللہ ہجرت کے بعد وطن واپس آئے تو مدرسہ دارالرشاد پیر جھنڈو میں درس دینا شروع کیا ۔ مولانا نے کاسے پوتا نے بھی ان سے چند درس کتابیں پڑھیں (ماخوذ از شذرات محررہ غلام مصطفےٰ قاسمی، ماہنامہ الرحیم اپریل ۱۹۶۷ء مطبوعہ شاہ ولی اللہ اکیڈیمی حیدرآباد سندھ) ۔

۷) مولانا عبداللہ لغاری

مولانا عبداللہ لغاری مولانا عبیداللہ سندھی کے قریبی شاگرد تھے کابل اور مکہ معظمہ میں ان کے رفیق کار رہے ہیں۔ انھوں نے یہ کارنامہ انجام دیا کہ مولانا عبیداللہ کے ساتھ جہاں جہاں رہے ان کے علمی، تعلیمی، سیاسی مشاغل اور سرگرمیوں کے بارے میں ذاتی ڈائری لکھتے رہے بعد میں اسے کتابی شکل میں مرتب کیا۔ اس ذاتی ڈائری کی تصحیح اور اس پر نظرثانی ڈاکٹر غلام مصطفےٰ خان سابق صدر شعبہ اردو جامعہ سندھ نے کی۔

مولانا عبداللہ کی اس ذاتی ڈائری میں ان کے افغانستان، روس، ترکی، حجاز کے زمانہ قیام کے روز و شب کے معمولات یعنی مطالعہ، مشاہدات، تجربات، تحریرات و تقریرات، غور و فکر، ملفوظات اور ارشادات درج ہیں۔ مولانا لغاری نے اسے بڑی محنت اور لگن سے ترتیب دی ہے یہ ڈائری مولانا سندھی کی علمی زندگی سے متعلق نہایت اہم رسالہ و مآخذ کی حیثیت رکھتی ہے، اس ڈائری کے بارے میں ڈاکٹر غلام مصطفےٰ خان صاحب کی یہ گراں قدر رائے بڑی اہمیت کی حامل ہے جسے انہوں نے اپنے ایک مکتوب گرامی مورخہ ۸ ستمبر ۱۹۷۲ء میں ڈاکٹر ابو سلمان شاہجہان پوری کے نام تحریر فرمائی تھی۔ وہ رائے یہ ہے:

"خدا کرے مولانا عبیداللہ کی ذاتی ڈائری ..... جلد از جلد منصۂ شہود پر آجائے تاکہ ان کی سیاسی تحریک کے بہت سے گوشے بے نقاب ہو سکیں"۔

۸) مولانا بشیر احمد لدھیانوی سابق استاد دارالرشاد پیر جھنڈو

مولانا بشیر احمد لدھیانوی نے اپنی ایک کتاب "قرآنی دستور انقلاب" (یعنی سورۂ مزمل اور سورۂ مدثر کی حکیمانہ تشریح) مطبوعہ بیت الحکمت لاہور ۱۳۶۶ھ/ ۱۹۴۶ء کو اپنے استاذی محترم کی خدمت میں خراج عقیدت پیش کرتے ہوئے ان الفاظ میں مضمون کیا ہے۔

"میں ان اوراق کو اپنے کہن سال جواں فکر استادِ معظم مجاہد فی سبیل اللہ حضرت مولانا عبیداللہ سندھیؒ کے نام نامی مضمون کرنے کی سعادت حاصل کرتا ہوں جن کے فیض سے یہ قلمبند ہوئے ہیں اور جہاں انھوں نے مسلمانان ہند کو قرآنی انقلاب اور فلسفہ ولی اللہ سے روشناس کرایا اور

جنھوں نے خدائے تعالیٰ کے قانون کو دنیا میں سربلند کرنے کی کوششیں کی ہیں اپنا جان و مال اپنے عزیز و اقارب اور ملک و وطن سب کچھ ہیچ سمجھا اور ایک بلند نظر صاحب عزیمت انقلاب کی طرح زندگی بسر کی"۔

مولانا عبیداللہ سندھی کا پیش لفظ "لمحات طیبات" کے عنوان سے اس کتاب کے شروع میں شامل ہے مولانا اپنے عزیز شاگرد مولانا بشیر احمد لدھیانوی کے بارے میں تحریر فرماتے ہیں:

"مولوی بشیر احمد صاحب بی اے لدھیانوی ہم سے قرآن شریف سمجھنے کے لئے مسلسل ملتے رہے وہ ہمارے افکار لکھتے بھی رہتے تھے۔ اس طرح انھوں نے کئی سو صفحے تیار کر لئے۔۔ ...... وہ ہمارے طرز فکر کا انقلابی نقطہ تدریجاً سمجھنے کے قابل ہوگئے اب ان کی خواہش ہے کہ لوگوں کو پڑھائیں یا پریس کے ذریعے سے پھیلائیں ...... ہمیں ایسے ہی استاد کی ضرورت تھی۔ ہم نے انھیں اپنے ابتدائی تجارب میں شریک بنالیا ہے"۔

حواشی

لے مولانا عبیداللہ سندھی سیالکوٹ میں پیدا ہوئے تھے۔ جب وطن چھوڑا تو پہلے سندھ کا رخ کیا وہ اپنے نام کے ساتھ فخریہ سندھی کیوں لکھتے تھے اور آج تک سندھی کیوں کہلاتے ہیں۔ نیز دیوبند سے تعلق پر بھی انہیں ناز تھا اس کی وجہ تسمیہ خود مولانا کی زبانی سنیئے۔

"میں اسے واضح کرنا چاہتا ہوں کہ میری زندگی کا سندھ اور دیوبند سے خصوصی تعلق ہے میں نے دارالعلوم دیوبند میں تعلیم حاصل کی اور میری علمی و سیاسی تربیت میں حضرت مولانا شیخ الہند خصوصی مربی تھے جن سے میرا رابطہ ۱۸۹۹ھ ہندی سے شروع ہو کر ان کی وفات کے سال تک ۱۹۱۹ھ ہندی تک مسلسل رہا۔ اس کے بعد ارشاد طریقہ اور تربیت، صحبت اور عملی زندگی سندھ کے راشدی مرشدوں کے طلب عاطفت میں شروع ہوئی اور بفضل تعالیٰ میرا یہ تعلق آج تک قائم ہے"۔ (مقالات عبیداللہ ص ۲۱۶)

ٹے جہاں دانش حصہ دوم (قلمی نسخہ) حضرت احسان دانش مرحوم راقم پر بے حد شفقت فرماتے تھے ۱۹۴۹ء سے ۱۹۵۲ء تک میرا قیام لاہور میں تھا۔ احسان دانش کی رفاقتوں سے مستفیض ہونے کا شرف

حاصل رہا۔ ۱۹۷۶ء میں لاہور میں ان کے رحمت کدے میں ملاقات کے دوران "جہان دانش" کا دوسرا حصہ (قلمی) دیکھنے کا موقع ملا۔ جہان دانش کا پہلا حصہ (مطبوعہ) اس قدر جلدی فروخت ہو گیا کہ ایسی مقبولیت دوسرے مصنفوں کی بہت کم کتابوں کو حاصل ہوئی ہے۔ احسان دانش کی شاعرانہ عظمت سے سب ہی واقف ہیں لیکن بحیثیت نثر نگار بھی ان کا مقام بہت بلند تھا اس کا انکشاف جہان دانش کی اشاعت اول سے ہوا۔

۳ میری زندگی۔ مشمولہ خطبات عبیداللہ سندھی بار اول مطبوعہ سندھ ساگر اکیڈیمی لاہور قبل از پاکستان۔

۴ ملاحظہ ہو خطبات عبیداللہ ص ۶۴ مقالہ پیر رشداللہ شاہ مشمولہ مہران نقش، مصنفہ ڈاکٹر درفا راشدی مطبوعہ مکتبہ اشاعت اردو کراچی ۱۹۸۶ء۔

۵ مولانا سندھی اپنے خود نوشت حالات زندگی (خطبات ص ۶۵) میں رقمطراز ہیں:

"طریقہ قادریہ اور نقشبندیہ مجددیہ کے اشغال و افکار بھی حسب الاستطاعت حضرت سید العارفین کے خلیفہ اعظم مولانا ابو السراج دین پوری سے سیکھتا رہا اگر میری کوئی دنیاوی ضرورت امروٹ میں پوری نہ ہوتی تو دین پور سے حاصل کر لیتا۔ اس طرح مجھے اپنے مرشد کی جماعت سے باہر جانے کی ضرورت نہیں ہوئی"۔

۶ مولانا سندھی کی کہانی خود اپنی زبانی حیات عثمان غیر مطبوعہ کے چند اوراق از پروفیسر انوار الحسن شیر کوٹی ص ۲۹۳-۲۹۴ بحوالہ انوار الرشید لاہور دارالعلوم دیوبند فروری/مارچ ۱۹۷۶

۷ حالات، تعلیمات اور سیاسی افکار مولانا عبیداللہ سندھی از محمد سرور ص ۲۸ سندھ ساگر اکیڈیمی لاہور

۸ تفصیلات کے لئے ملاحظہ ہو مقالہ "چند تاریخی حقائق" از صاحبزادہ ظہیر الحق ماہنامہ الولی حیدرآباد سندھ جون/جولائی ۱۹۷۵ء۔

۹ مولانا کے استقبال کے لئے جو حضرات کراچی پہنچے تھے ان میں مولانا سعید احمد اکبرآبادی ایڈیٹر ماہنامہ برہان دہلی بھی شامل تھے کراچی سے دہلی کا سفر اور قیام تک سعید صاحب مولانا کے ساتھ رہے اور ان کی بافیض رفاقت سے مستفیض ہوئے اس بارے میں مولانا سعید احمد کا تحریر کردہ دلچسپ احوال ماہنامہ الرحیم حیدرآباد (مطبوعہ شاہ ولی اللہ اکیڈیمی) کے شمارہ اگست ۱۹۶۷ء میں شائع ہو چکا ہے یہ راقم کی خوش قسمتی ہے کہ ۱۹۵۲ء میں جب مولانا سعید احمد مدرسہ عالیہ کلکتہ کے پرنسپل تھے ان سے ملاقات اور گفتگو ہوئی تھی۔ سعید صاحب نے مولانا عبیداللہ سے اپنے تعلق سے متعلق تھے بتایا تھا اس ملاقات

کے موقع پر راقم نے اپنی ایک تالیف " پیام نو " (مکتبہ اشاعت اردو کلکتہ ۱۹۴۶ء) کا ایک نسخہ مولانا سعید صاحب کی خدمت اقدس میں پیش کرنے شرف حاصل کیا تھا۔ یہاں اس امر کا ذکر بھی غیر مناسب نہ ہوگا کہ یہ خاکسار راقم مدرسہ عالیہ کلکتہ سے ہی فارغ التحصیل ہے راقم کے عرصہ طالب علمی میں خان بہادر مولانا محمد یوسف مدرسے کے پرنسپل تھے۔

۱۱ حضرت احسان دانش اپنی ایک کتاب " جہان دانش " حصہ دوم (قلمی نسخہ جسے راقم نے ان کے کتب خانہ واقع انارکلی لاہور) میں لکھا تھا) تذکرہ عبید اللہ کے زیر عنوان اکابر دیوبند میں لکھتے ہیں

" .... واپس آئے تو مولانا جوہر (محمد علی جوہر) کے ایما پر کشمیر بلڈنگ میں اخبار کے دفتر میں تقریباً دو سو معززین کو مولانا کے اعزاز میں چائے دی گئی اور وہیں علامہ اقبال پر دو مقالے بھی پڑھے گئے مولانا عبید اللہ سندھی نے بھی تقریر کی لیکن آج تک وہ تقریر کسی اخبار یا رسالے میں نہیں چھپی یا مقررین میں سے کسی نے نہیں دہرائی مجھے اتنا یاد ہے کہ علامہ اقبال کی دو نظموں کے متعلق انھوں نے کچھ کہا تھا۔ جن میں ایک تو " اٹھو میری دنیا کے غریبوں کو جگا دو " اور ایک اسی قسم کی دوسری تھی "۔

۱۲ بیت الحکمت ۱۶ شوال ۱۳۵۹ھ/۱۷ نومبر ۱۹۴۰ء میں دہلی میں بیت الحکمت کا افتتاح ہوا۔ اس موقع پر مولانا سندھی کے علاوہ جامعہ ملیہ دہلی کے اساتذہ طلبہ اور ملک کے اکابر و زعماء موجود تھے جن میں شیخ الجامعہ ڈاکٹر ذاکر حسین بھی شامل تھے (مقالات عبید اللہ ص ۲) مولانا کے ایک لائق شاگرد مولانا محمد مکی اس کے پہلے سکریٹری مقرر ہوئے مرکز کا دفتر جامعہ ملیہ اسلامیہ جامعہ نگر دہلی کو بنایا گیا۔ مرکزی بیت الحکمت دہلی کی یہ علمی و تعلیمی تحریک کل ہند سطح پر ملکی و قومی تحریک تھی۔ دیکھتے ہی دیکھتے ملک کے مختلف مقامات میں اس کی متعدد شاخیں پھیل گئیں۔

بیت الحکمت لاہور : صدر مولوی خدا بخش اور سیکریٹری بشیر احمد لدھیانوی لاہور میں آج کی طرح اس زمانے میں بھی نشر و اشاعت کی زیادہ سے زیادہ سہولتیں موجود تھیں اس لئے اکثر و بیشتر کتابیں اور رسالے لاہور کے شاخ کے زیر اہتمام چھپے۔ چند کے نام یہ ہیں :

امام ولی اللہ دہلوی اور کا فلسفہ، عمرانیات، معاشیات رسالہ محمودیہ، جنگ انقلاب، (تفسیر سورۃ العصر) قرآن دستور انقلاب (سورۃ المزمل و مدثر کی حکیمانہ تشریح) اور درجہ نو آبادیات

از مولانا بشیر احمد مقدمہ مولانا عبیداللہ سندھی وغیرہ ۔

بیت الحکمت کراچی شاخ مدرسہ مظہر العلوم محلہ کھڈہ میں قائم ہوئی ۔ صدر شیخ الحدیث مولانا محمد صادق، سکریٹری حافظ فضل احمد، ان کے بعد مولانا دین محمد وفائی (مصنف تذکرہ مشاہیر سندھ) علامہ غلام مصطفےٰ قاسمی (موجودہ چیرمین سندھی ادبی بورڈ) علی الترتیب سکریٹری اور اراکین مجلس عبدالمجید سندھی دین محمد علا ملیگ) مولوی عزیز اللہ رہے ۔

کراچی شاخ کے تحت شائع ہونے والی کتابوں میں سے چند ایک کے نام یہ ہیں :

۱۔ مسطعات از شاہ ولی اللہ طابع و ناشر مولانا عبیداللہ سندھی

۲۔ عربی الہام الرحمٰن جلد اول پارہ اول از مولانا عبیداللہ سندھی، ترتیب و تحقیق مقدمہ از علامہ غلام مصطفےٰ قاسمی گوٹھ پیر جھنڈو میں بیت الحکمت کی شاخ ۲۴ دسمبر ۱۹۳۹ میں مدرسہ دارالرشاد میں قائم ہوئی ۔ ضلع سکھر میں مدرسہ دارالسعادت موضع گورو بہوڑ تحصیل شکارپور کے زیر اہتمام اس کی شاخ کا قیام عمل میں آیا ۔ علامہ غلام مصطفےٰ قاسمی اس مدرسے کے صدر مدرس، مولوی عزیز اللہ اور مولوی عبیداللہ ولی اللہی اس شاخ کے رہنما تھے ۔

ان مذکورہ حضرات کی کوششوں سے تحصیل شہداد کوٹ ضلع لاڑکانہ کی ایک شاخ ۴ اگست ۱۹۴۴ء میں محمد قاسم ولی اللہ تھیولوجیکل کالج میں اور بعد میں لاڑکانہ ضلع کے گوٹھ پیر بخش بھٹو میں دوسری شاخ وجود میں آئی ۔ تمدن عرب (سورۂ سبا) مصنفہ مولانا سندھی مرتبہ مولانا قاسمی شاخ پیر بخش بھٹو کے تحت منظر عام پر آئی ۔

بیت الحکمت کی ایک شاخ بہاولپور میں تھی ۔ جس کا افتتاح دین پور میں ۲۲ اکتوبر ۱۹۳۸ء کو ہوا تھا ۔ (برصغیر پاک و ہند کے علمی و ادبی اور تعلیمی ادارے جلد دوم ۷۵، ۱۹۷۴ء مرتبہ ڈاکٹر ابوسلمان شاہ جہاں پوری مشمولہ مجلہ گورنمنٹ نیشنل کالج کراچی)

۱۲ مولانا عبیداللہ سندھی نے دہلی میں ۱۶ شوال ۱۳۵۹ھ کو جامعہ ملیہ کا جو شعبہ بیت الحکمت کے نام سے قائم کیا تھا اس نے بعد میں شاہ ولی اللہ اکیڈیمی کی شکل اختیار کر لی آج پورے برصغیر پاک و ہند میں یہ اکیڈیمی وہ واحد تاریخی ادارہ ہے جو حیدرآباد سندھ میں واقع ہے اور علامہ غلام مصطفےٰ قاسمی جیسے نامور مفکر اسلام اور یگانۂ عصر عالم دین کی سربراہی میں قرآن و حدیث، فقہ و تاریخ کی روشنی میں حضرت

بقیہ صفحہ ۴۸ پر ملاحظہ فرمائیں